7

مقصد کے لئے مسلسل کوشش کرتے رہیں

(فرمودہ بمقام پھیرو چیچی ۲۷ فروری ۱۹۲۵ء)

تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول سورج کی طرح ہوتے ہیں۔ جس طرح جس وقت سورج نکلتا ہے اس وقت تمام ظلمتیں اور اندھیرے دور ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح انبیاء کے نور اور ان کی شعاوں کے سامنے بے دینی اور اللہ تعالیٰ سے بُعد بھی دور ہو جاتا ہے۔

کسی چیز کا فائدہ اسی وقت ہوتا ہے جب اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ دیکھو مکہ کے لوگوں نے آنحضرت ﷺ کا انکار کیا اور اس نور کو اپنے اندر داخل نہ ہونے دیا۔ مگر برخلاف اس کے مکہ سے بہت پرے مدینہ کے لوگوں کو آنحضرت ﷺ کی نبوت کا سورج خود بخود منور کر گیا۔ مکہ میں بہت سے لوگ تھے جنہوں نے اپنے دل کی کھڑکیاں بند کی ہوئی تھیں اور وہ نہ چاہتے تھے کہ یہ روشنی ہم تک پہنچے۔ جس طرح ایک ملاح کشتی میں چھوٹے چھوٹے سوراخوں کو بند کرتا ہے کہ پانی کا ایک قطرہ بھی اس میں داخل نہ ہو۔ اسی طرح وہ بھی اپنے دل کے ہر چھوٹے چھوٹے سوراخ کو بند کرنے کے لئے کوشش کرتے یا جس طرح ایک انسان ایک بوسیدہ کپڑے کو ذرا بھی پھٹا ہوا دیکھتا ہے تو وہ اس کو پیوند لگانے میں سستی نہیں کرتا۔ یا جس طرح ایک مکان جس کی چھتیں خستہ حالی میں ہوں۔ اس میں اگر چھوٹے سے چھوٹا سوراخ بھی ہو جائے تو وہ اس کو بند کرتا ہے۔ اسی طرح مکہ کے لوگ بھی آنحضرت ﷺ کے نور کو بند کرتے تھے۔ یا جس طرح ایک شخص کی آنکھیں دکھ دے رہی ہوں تو وہ کمرے کے دروازے بند کر کے لحاف کے اندر گھس جاتا ہے کہ سورج کی کرنیں اس تک نہ پہنچیں۔ اسی طرح مکہ والے بھی احتیاط کرتے کہ کہیں یہ نور ہم تک نہ پہنچ جائے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تیرہ سال کی کوششوں کے بعد صرف اسی آدمی مسلمان ہوئے۔ اور پھر ان میں سے اکثر وہ لوگ

تھے جو آپ کے ہمنشیں تھے۔ مثلاً حضرت ابوبکرؓ۔ انہیں جب کسی نے آکر کہا کہ سنا ہے خدیجہ کا خاوند پاگل ہو گیا ہے اور کہتا ہے کہ میں نبی ہوں۔ باقی لوگوں نے جب اس بات کو سنا تو وہ ہنسی اور تمسخر کرنے لگ گئے۔ ابوبکرؓ وہاں سے اٹھے اور آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور تصدیق کے طور پر پوچھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہاں خدا نے مجھے اپنا نبی بنایا۔ آپ فوراً ایمان لے آئے۔ اس وقت زیادہ تر وہی لوگ ایمان لائے جن کے راستہ میں کوئی روک نہیں تھی یا پھر باقی وہ لوگ تھے جن کے کان میں اتفاقی کوئی بات پڑ گئی اور پھر وہ مجبور ہو گئے کہ مان لیں۔ مثلاً حضرت عمر گھر سے اس ارادہ سے نکلے کہ آپ کو قتل کر دیں۔ راستہ میں کسی شخص نے پوچھا کہ عمر کہاں جا رہے ہوں۔ غصہ سے کہنے لگے۔ محمدؐ کا فتنہ بہت بڑھ گیا ہے آج اس کو قتل کر کے ہی آؤں گا۔ اس نے کہا پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو۔ تمہاری بہن اور بہنوئی دونوں اس دین کو قبول کر چکے ہیں عمر کہنے لگے۔ اچھا تو پہلے میں ان کا ہی صفایا کر لوں۔ یہ کہہ کر اسی وقت ان کے گھر روانہ ہوئے اور دروازہ پر دستک دی۔ اس وقت آپ کی بہن اور بہنوئی ایک صحابی سے قرآن کریم سن پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے اس خیال سے کہ عمر تیز طبیعت کے آدمی ہیں ممکن ہے کوئی نقصان پہنچائیں۔ صحابی کو چھپا دیا اور قرآن کریم کے اوراق بھی چھپا دیئے اور دروازہ کھول دیا۔ حضرت عمر اپنے بہنوئی پر جھپٹے اور کہا کہ تم نے مذہب تو خراب کیا تھا میری بہن کو بھی خراب کیا اور اپنی بہن کو بھی زخمی کر دیا۔ بہن بولی بھائی جس بات کو سن کر ہم نے اس دین کو قبول کیا ہے تم بھی سن لو۔ آپس میں کتنی ہی دشمنی ہو پھر بھی بھائیوں کو بہنوں سے محبت ہوتی ہے۔ بہن کے زخم سے خون بہتا دیکھا تو شرمندگی بھی آئی کہ میں نے عورت پر حملہ کیا۔ کہا اچھا سناؤ تو سہی۔ مگر بہن بولی تم ناپاک ہو پہلے اپنے آپ کو پاک کر لو۔ حضرت عمر نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد صحابی کو بلایا گیا اور ان سے درخواست کی گئی کہ وہ قرآن کریم سنائیں۔ حضرت عمر نے پہلے تو تماشا کے طور پر چند آئتیں سنیں۔ تھوڑی دیر کے بعد خاموشی سے گھر سے نکل آئے اور جس گھر میں آنحضرت ﷺ تھے وہاں پر جا کر دستک دی۔ ایک صحابی کہنے لگے کہ عمر ہے کوئی فساد نہ کرے۔ حضرت حمزہ کہنے لگے۔ کھول دو اگر عمر فساد کرے گا تو ہم بھی بزدل نہیں آنحضرتؐ نے دروازہ کھولا اور پوچھا کہ اے عمر یہ مخالفت کب تک رہے گی۔ حضرت عمر کہنے لگے حضور ایمان لانے کے لئے ہی آیا ہوں۔ تو حضرت عمر کا ایمان لانا ایک اتفاقی بات تھی کہ چند آئتیں ان کے کان میں پڑ گئیں۔ حضرت عمر دعوے سے تین سال کے بعد ایمان لائے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تین سال کے عرصہ میں ایک آیت بھی ان کے کان میں نہ پڑی تھی۔ جس سے پتہ

لگتا ہے کہ مکہ کے لوگ کس قدر بچاؤ کی کوشش کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ کے انبیاء بے شک سورج کی طرح ہوتے ہیں مگر سورج کی روشنی بھی اسی وقت تک فائدہ دے سکتی ہے جب اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔

خدا تعالیٰ نبی اس وقت مبعوث کرتا ہے جب کہ لوگوں کے دل اس قدر گندے ہو جاتے ہیں کہ ان کو مرض کا احساس ہی جاتا رہتا ہے اور ان کی حالت اس پاگل اور مجنون شخص کی ہو جاتی ہے جو اپنی مرض کے وجود کو ہی نہیں مانتا۔ اگر اس کو کہا جائے کہ تو بیمار ہے تو وہ لڑنے مرنے پر تیار ہو جاتا ہے۔ دیکھو سوتے کا جگانا آسان ہے مگر جاگتے کو کون جگائے۔ ان کی مثال اس چھوٹے بچے کی ہوتی ہے جو انگارے کو سرخ سمجھ کر پکڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ جب ماں باپ اسے منع کرتے ہیں تو ان کو اپنا دشمن خیال کرتا ہے۔ اس بچے کا علاج تو جلدی ہو جاتا ہے کہ ذرا ہوش سنبھالتا ہے تو وہ اصل حقیقت سمجھ جاتا ہے۔ مگر اس بے دین کا علاج تو بہت ہی مشکل ہے کیونکہ اسے تو مرنے کے بعد ہی پتہ لگے گا۔ اس لئے اس کی حالت بہت ہی قابل رحم ہے۔ اسی طرح ان لوگوں کو جنہیں خدا تعالیٰ نے حق قبول کرنے کی توفیق دی ان کا بھی فرض ہے کہ پوری کوشش سے اپنے بھائیوں تک بھی یہ روشنی پہنچا دیں۔ مجھے افسوس ہے کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگ صرف سچائی کو قبول کر کے بیٹھ رہتے ہیں اور اس کو آگے پہنچانا اپنا فرض نہیں سمجھتے۔ دیکھو اگر کوئی شخص ڈوب رہا ہے اور ایک آدمی کھڑا تماشا دیکھتا رہے اور اسے بچائے نہیں۔ تو لوگ اسے یہی نہیں کہیں گے کہ اس نے غلطی کی بلکہ اسے اس کا قاتل کہیں گے اور ایسا جیسا اس نے گلا گھونٹ کر اسے مار دیا۔ جو شخص پانی میں ڈوبتا ہے۔ اس کی تو ایسی عارضی زندگی کا خاتمہ ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ نیک آدمی ہو اور خدا تعالیٰ اس کی اس بے وقت موت کی وجہ سے اسے جنت عطا کرے۔ مگر وہ لوگ جو حق کے قبول کرنے سے قاصر رہے وہ تو اس دنیا میں بھی نامراد رہے اور آخرت میں بھی۔ اور بعض لوگ ہماری جماعت میں ایسے ہیں جو ناامید ہو جاتے ہیں۔ اور یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ایسے مخالف کس طرح مان جائیں گے۔ لیکن وہ اگر ذرا بھی اپنی سابقہ حالت پر غور کرتے کہ وہ خود کیسی مخالفت کرتے رہے۔ مگر باوجود اس کے جب ان کو حق نظر آگیا تو وہ ماننے کے لئے مجبور ہو گئے۔ کسی نے ان کے دل کی کھڑکیاں توڑ کر ان کے دل میں روشنی پہنچا دی۔ افسوس ہے کہ وہ اپنے تجربہ کو بھول گئے۔

تیسرا گروہ وہ ہے جو کہتا ہے کہ آپ ہی مان جائیں گے مگر وہ اتنا نہیں سمجھتے کہ خدا تعالیٰ نے ہر کام کے لئے کچھ اسباب اور تدابیر مقرر کی ہیں۔ جب تک ان سے کام نہ لیا جائے کام نہیں چلتا۔

ایک دفعہ میں لاہور سے قادیان آرہا تھا۔ تو ایک پیر صاحب بھی میرے ساتھ گاڑی پر سوار ہوئے۔ وہ امرتسر جا رہے تھے۔ ان کو مجھ سے کچھ کام تھا۔ اس لئے وہ مجھے خوش کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے کشمش لی اور مجھے بھی کھانے کو کہا۔ میں یوں بھی حضرت مسیح موعودؑ کے ایک بلند ترین دشمن کے ساتھ کھانا پسند نہ کرتا۔ مگر اس وقت میرے پاس ایک معقول بہانہ بھی تھا کہ مجھے نزلہ تھا۔ اس لئے میں نے انکار کر دیا۔ تو وہ مجھے اپنی علمیت بتانے لگے اور کہنے لگے کہ جب تک خدا کی مرضی نہ ہو کوئی کام نہیں ہوتا۔ آپ بے شک کھالیں کوئی حرج نہیں۔ میں نے جواب دیا۔ پیر صاحب آپ نے امرتسر آنا تھا تو یہ ٹکٹ خریدنے کی اور گاڑی پر چڑھنے کی تکلیف کیوں گوارا کی۔ خدا کی مرضی ہوتی تو آپ خود ہی پہنچ جاتے۔ کہنے لگے کچھ اسباب بھی ہوتے ہیں۔ میں نے کہا بس یہی تو میں کہتا تھا کہ کشمش میں کھٹاس ہوتی ہے اور اس لئے وہ میرے لئے نزلہ میں مضر ہوگی۔ پس ہماری جماعت کے لوگوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ دنیا میں کوئی کام آپ ہی نہیں ہو جایا کرتا۔ اس کے لئے تدابیر اور سامانوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس ہمارا فرض ہے کہ ہم بار بار تبلیغ کریں۔ دیکھو لوہار جندرا (تالا) توڑتے وقت ایک ہی چوٹ مار کر بیٹھ نہیں رہتا۔ بلکہ پے درپے چوٹیں لگاتا ہے۔ آخر جندرا ٹوٹ جاتا ہے۔ پس ہمیں بھی چاہیے کہ ہم بار بار تبلیغ کریں۔ آخر ہم اس قلعہ کو توڑ دیں گے پس یہ تینوں گروہ غلطی پر ہیں۔ سچے مومن اور مخلص وہ ہیں جن کو خدا نے اس نعمت سے مستفیض کیا۔ وہ اوروں کو بھی پہنچا کر اپنا فرض پورا کرتے ہیں۔ کسی کے گھر میں آگ لگی ہوئی ہو تو کیا ہمسائے اس کو بجھانے کے لئے پوری کوشش نہیں کرتے۔ عقلمند وہ ہے جو اس بے دینی کی آگ کو جو دنیا میں بھڑک رہی ہے بجھانے کے لئے پوری کوشش کرتا ہے۔ میں نے سمجھا کہ وہ لوگ کس طرح آرام کر سکتے ہیں۔ جو یہ دیکھتے ہیں کہ ان کے بھائیوں کے! ہمسائیوں کے گھر میں آگ لگی ہوئی ہے اور وہ اسے بجھانے نہیں جاتے۔ ان کو چاہیے کہ وہ مجنونانہ رنگ اختیار کریں۔ کیا کبھی سستی سے بھی اٹھ اٹھ کر آگ بجھا کرتی ہے۔ ایمان کی مثال کھیتی کی طرح ہوتی ہے۔ اس کو وقت پر کاٹ لینا چاہیے۔ ورنہ یہ کھیت تباہ ہو جائے گا۔ یعنی جب نبیوں کے قریب کا زمانہ گزر جاتا ہے۔ تو وہ سڑ جاتا ہے۔ دیکھو اگر بے دینی کی جڑ مضبوط ہو گئی۔ تو اس کا کاٹنا مشکل ہو جائے گا۔ جس طرح درخت کی جڑ جب مضبوط ہو جاتی ہے۔ تو اس کا اکھاڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح نیا نیا انکار بھی نرم ہوتا ہے۔ اس کا انسداد آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اپنے فرائض کے ادا کرنے کی توفیق عطا فرماوے اور اس کی مدد اور نصرت ہمیشہ ہمارے ساتھ ہو۔ آمین

(الفضل ۷ مارچ ۱۹۲۵ء)

ا۔ سیرت ابن ہشام جزو اول حالات قبول اسلام سیدنا عمر بن الخطابؓ